داخل مسجد اذان خطبہ
خلاف سنت

از

اعلیحضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پیشکش : الرضا پبلیکیشن ۳۷؍ میمن واڑہ روڈ، ممبئی ۳

شائع کردہ رضا اکیڈمی ۵۲؍ ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک، ممبئی ۹

۷۸۶

بحمد اللہ تبارک وتعالیٰ

یہ رسالہ مبارکہ جس میں داخل مسجد اذانِ خطبہ کے مکروہ وخلافِ سنت ہونے کا روشن بیان ہے۔ اور عموماً ہر اذان کا خصوصاً اذانِ ثانی جمعہ کا بیرون مسجد سنت نبویہ وسنتِ صدیقیہ وسنتِ فاروقیہ ہونا کالشمس فی نصف النہار روشن وعیاں ہے۔ اس نادر ونایاب رسالۂ مقدسہ کے حضور رامپوری مولوی صاحبوں کا فتوائے خلاف واضح البطلان ہے۔

مسمّٰی باسم تاریخی

اَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ

لِقِیَامِ سُنَّۃِ نَبِیِّ اللّٰہِ

از افاداتِ مبارکہ

حضور پرنور تاج الفحول الکاملین شیخ الاسلام والمسلمین راس العلماء الراسخین اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ مجدد اعظم دین وملت مولانا مولوی حافظ قاری الحاج مفتی شاہ عبد المصطفیٰ محمد احمد رضا خانصاحب قبلہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

مرتبہ

حضرت اسد الملۃ مولانا مولوی حافظ قاری مفتی علّا ابو الظفر محب الرضا محمد محبوب علی خانصاحب سنی حنفی، قادری، رضوی مجددی لکھنوی دام ظلہ العالی

رضا اکیڈمی

بفیض حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۷۲

سنِ اشاعت ۱۴۱۸ھ



یا فتاح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٭ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

گرامی برادران اہلسنت وجماعت کثرکم اللہ تعالیٰ وایدکم نصراً عزیزاً۔ آج فقیر حقیر آپکی خدمت میں اذانیوں کا ایک فتوی معہ استفتا پیش کرتا ہے جس میں مفتی، سفیوں نے اپنے خیال سے اعلیٰ درجہ کے دلائل پیش کئے ہیں جو قابل ملاحظہ ہیں اور اس کے بعد ہی آستان رضوی دارالافتا بریلی کا وہ مبارک مقدس مضمون ہدیہ ناظرین کرتا ہے جس میں اذانیوں کے اس فتوے کی قلعی کھولی اور حقیقت واضح کی گئی ہے اور اس فتوے کی ہی عبارتوں نے مسجد کے اندر اذان کا مکروہ ہونا بیان فرمایا ہے۔ عجیب وغریب مضمون ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ مضمون افادات حضور پر نور مرشد برحق سیدنا اعلیٰحضرت عظیم البرکۃ آقائے نعمت دریائے رحمت مجدد اعظم دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین تاج الفحول الکاملین مولٰنا مولوی حافظ قاری الحاج مفتی شاہ علامہ عبدالمصطفٰے محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی آل رسولی بریلوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے جن کو اکابر علما ومشائخ مدینہ طیبہ ومکہ مکرمہ نے اپنا امام وفرد پیشوا وشیخ اور اس صدی کا مجدد مانا جن سے احادیث وسلاسل کی سندیں حاصل کیں جن سے شرف تلمذ حاصل کرنے پر فخر کیا۔ ہندوستان کے صدرالافاضل واستاذ العلماء نے جن سے اجازتیں لیں اللہ تعالےٰ نے انھیں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی امت میں اس صدی کا مجدد خلق فرمایا اور ان کے ذریعہ اس دور پر شرور وفتن میں دین پاک کا احیا فرمایا۔ انھیں مسائل میں سے جن کی حضور پر نور اعلیٰحضرت قبلہ کے ہاتھوں تجدید فرمائی گئی۔ ایک مسئلہ اذان ہے اور خاص اس مسئلہ میں حضور پر نور اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعدد رسائل ہیں مثلاً شمائم العنبر فی محل النداء بازاء المنبر۔ اور وقایۃ اہل السنۃ اور سلامت اللہ لاہل السنۃ اور اوفی اللمعۃ فی اذان

یوم الجمعۃ اور فیصلہ اذان کا حق نما فیصلہ وغیرہ وغیرہ جن کے جواب سے تمام اذانی عاجز ومبہوت رہے اور ہیں اور رہیں گے اور عجز وضد کا یہی کافی ثبوت ہے جو اس رامپوری فتوے کا جواب پڑھ کر اس کی تمام کاروائیاں، چالبازیاں معلوم کرکے واضح ہوگا۔ مگر انصاف وحق پسندی شرط ہے۔ سگ رضوی فقیر حقیر مجب غفرلہ ربہ

استفتاء منجانب مسلمین پیلی بھیت

سب مسلمانوں کی خدمت میں عرض ہے کہ تمام ممالک مکہ معظمہ ومدینہ منورہ وہندوستان وخراسان وترکستان وایران ومصر وشام وروم وغیرہ میں تیرہ سو برس سے جمعہ کے روز خطیب کے قریب منبر کے سامنے اندر مسجد کے اذان دوسری واسطے خطبے کے کہی جاتی ہے اور کبھی اس کے خلاف کسی نے زبان نہیں کھولی۔ اب اگر کوئی عالم صاحب یہ فرمائیں کہ یہ اذان اندر مسجد کے مکروہ ہے کیسے مانی جائے۔ خیر انھوں نے اگر مکروہ کہا تو یہ ان کا اجتہاد ہے۔ افسوس اور رونے کی یہ بات ہے کہ اذان مسنون کو جو مسجد کے اندر کہی جاتی ہے وقت خطبہ کے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے بعض پیرو ان کے گناہ کبیرہ کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تمام مسلمانوں کو مرتکب گناہ کبیرہ کا کردیا۔ اب ہم ایک فتویٰ علمار رامپور کا چھپوا کر آپ صاحبوں کے ملاحظہ کیواسطے پیش کرتے ہیں۔ اس فتوے میں صاف لکھا ہے کہ اذان خطبہ کی اندر مسجد کے مسنون ہے اور اسی طرح علمائے لکھنؤ وغیرہ کے چند فتوے آئے ہیں (مگر لکھنؤ وغیرہ کے فتوے صیغہ راز میں ہیں) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اذان ثانی خطبہ کی داخل مسجد قریب منبر کے جائز ہے یا نہیں۔ اگر ناجائز ہے تو کیا خارج از مسجد ہونا چاہیئے اور آجتک علمار حنفیہ کا مختار مذہب حنفی کیا ہے اور اب علمار کسطرح پر اذان ثانی خطبہ کی اپنی اپنی مساجد میں کہلاتے ہیں آیا اندر مسجد کے یا خارج از مسجد بینوا بالدلیل وتوجروا من الجلیل۔ فتویٰ علمائے رامپور جزاہم اللہ خیر الجزاء

الجواب واللہ سبحنہ وتعالیٰ موفق للصدق والصواب اذان ثانی جو وقت بیٹھنے امام کے منبر پر واسطے خطبہ پڑھنے کے ہوتی ہے اور مسجد میں امام کے سامنے منبر کے پاس ہوتی ہے اور یہی طریقہ

مسنون سلف وخلف کا ہے۔ زمانہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے الیٰ یومنا ہذا مروج چلا آتا ہے وہ مسجد میں امام کے سامنے منبر کے پاس ہوتی ہے اور اگر کسی نے اس کے خلاف کیا ہے تو اس کا علماء محققین نے رد کیا ہے یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ امر مجمع علیہ ساری امت مرحومہ کا ہے۔ عن معاذان عمر امر موذنین ان یؤذنا للناس الجمعۃ خارجا من المسجد حتی یسمع الناس وامران یؤذن بین یدی کما کان فی عہد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی بکر ثم قال عمر نحن ابتدعناہ لکثرۃ المسلمین انتہی۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ اور چونکہ مشہور روایت ایجاد اذان علی الزوراء حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے لہذا علامہ ابن حجر نے اس طرح تطبیق دی ویمکن الجمع بان الذی ذکرہ عطاء ھو الذی کان فی زمن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ واستمر علی عہد عثمٰن ثم رأی ان یجعلہ اذانا وان یکون علی مکان عال ففعل ذلک فنسب الیہ لکونہ بالفاظ الاذان وترک ماکان فعل عمر لکونہ مجرد اعلام انتہی عن الزہری کان بلال یؤذن اذا جلس النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی المنبر فاذا نزل اقام وقد تقدم نحوہ فی مرسل مکحول۔ قریباً قال المہلب الحکمۃ فی جعل الاذان فی ھذا المحل لیعرف الناس بجلوس الامام علی المنبر فینصتون لہ اذا خطب کذا قال وفیہ نظر فان فی سیاق ابن اسحق عند الطبرانی وغیرہ عن الزہری فی ھذہ الحدیث ان بلالا کان یؤذن علی باب المسجد۔ علامہ ابن حجر اس شبہہ روایت ابن اسحٰق کا یہ جواب دیتے ہیں فالظاہر انہ کان لمطلق الاعلام لا لخصوص الانصات نعم لما زید الاذان الاول کان للاعلام وکان الذی بین یدی الخطیب للانصات انتہی۔ فتح الباری وایضا فیہ فتبین بما مضی ان عثمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ احدثہ لاعلام الناس بدخول وقت الصلوۃ قیاسا علی بقیۃ الصلاۃ فالحق الجمعۃ بہا وابقیٰ خصوصیتہا بالاذان بین یدی الخطیب انتہی۔ اور محقق علامہ علی قاری شرح مشکوۃ میں فلما کان عثمٰن وکثر الناس زاد النداء الثالث علی الزوراء کے ماتحت میں تحریر فرماتے ہیں کثر الناس ای المؤمنون بالمدینۃ وصار ذلک الاذان الذی بین یدی الخطیب لا یسمعہ جمیع اہل المدینۃ قالہ ابن حجر اول ما احدثت البدعۃ فی ما قیل انہا اول البدع وھو ترک التکبیر وھو الظاہر لاستبعاد سماع اہل المدینۃ جمیعہم الا الذی بین یدیہ علیہ الصلاۃ والسلام زاد ای

عثمٰن النداء الثالث ای حدوثا وان کان الواقعۃ اولا ثم بعدہ اذان اخر قد یما مع الاقامۃ فی المفاتیح ای فامر عثمٰن ان یؤذن اول الوقت قبل ان یصعد الخطیب المنبر کما فی زماننا انتہی۔ وایضا قال واما الذی نقلہ بعض المالکیۃ عن ابن القاسم عن مالک انہ فی زمنہ علیہ الصلاۃ والسلام لم یکن بین یدیہ بل علی المنارۃ ونقل ابن عبد البر عن مالک ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم وما ذکرہ محمد بن اسحٰق عند الطبرانی وغیرہ فی ھذا الحدیث ان بلالا کان یؤذن علی باب المسجد فقد نازعہ کثیرون ومنہم جماعۃ من المالکیۃ بان الاذان انما کان بین یدیہ علیہ الصلوۃ والسلام کما اقتضتہ روایۃ البخاری ھذہ ولیس فی روایۃ البخاری ما یقتضی شیئا من ذلک لکن یمکن الجمع بین القولین بان الذی استقر اخر الامر ھو الذی کان بین یدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاذان انتہی۔ وفی الدر المختار ویؤذن ثانیہ بین یدیہ ای الخطیب قال المحقق الشامی ای علی سبیل السنیۃ کما یظہر من کلامہم انتہی۔ وھکذا فی الکتب المعتبرۃ الفقہیہ کالکنز وشرح وقایہ وعالمگیری وغیرہا ہذا صورۃ الجواب والیہ المرجع والمآب فقط العبد المجیب محمد عبد الغفار خان عفی عنہ

(مہر: محمد عبد الغفار خاں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ وعلی من التزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ افضل الصلاۃ والسلام وعلی آلہ الکرماء واصحابہ الرحماء اما بعد۔ از جانب فقیر خادم بارگاہ احمدی محمد سلامت اللہ عفی عنہ واضح ہو کہ ہمارے یہاں عمل درآمد اس پر ہے کہ جمعہ کے دن اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے پاس مسجد کے اندر ہوتی ہے فقط (مہر: ابو الذکا سراج الدین محمد سلامت اللہ)

جمعہ کے روز خارج مسجد جو اذان ہوتی ہے وہ اذان اول ہے جو زمانہ حضرت عثمان میں مقام زوراء پر ہوئی ہے اور اذان ثانی جو خطبہ کے وقت ہوتی ہے وہ تمام روایات فقہ اور روایات احادیث اسی پر متفق ہیں کہ امام کے سامنے ہے اور روایات اور نصوص ظاہرہ شاہد ہیں کہ داخل مسجد جیسا کہ علامہ مجیب نے نقل فرمایا ہے واللہ سبحانہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ خادم الطلبہ محمد منور علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ درجہ حدیث شریف ریاست رامپور (مہر: محمد منور علی) عمل اہل الحرمین الشریفین وجمیع امصار المسلمین

من جعلہ علیہ السلام الیٰ یوم ھو الاذان بین یدی الخطیب اذا صعد علی المنبر وعلی ھذا جمیع مذاہب الاسلام ولاسیما المذاہب الاربعۃ فمن یتبع غیر سبیل المؤمنین فلیتہم نفسہ نسئل اللہ العافیۃ
محمد طیب المکی عفی اللہ عنہ۔

صح الجواب۔ العبد محمد معز اللہ خان عفی عنہ مدرس سوم مدرسہ عالیہ

اصاب واجاد فیما اجاب وافا فللہ در المجیب ثم للہ در ہ محمد فضل حق مفتی عفی عنہ (مہر: محمد فضل حق عفی عنہ)

الجواب صحیح۔ احمد امین عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ عالیہ ریاست رامپور بقلم خود۔

معمول بہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مع صحابہ کرام وائمہ مجتہدین اذان ثانی وقت خطبہ قریب منبر نزد خطیب ادا کی گئی ہے اور اسی پر کل کا اجماع ہے اور اجماع عند اہل السنۃ حجت ہی علاوہ حدیث مذکورہ کتب فقہ مثل قدوری وکنز وشامی میں بھی اذان ثانی عند الخطیب مرقوم ہے۔ علی باب المسجد کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے اور باب بمعنی محراب بھی مستعمل ہے لہذا جواب صحیح ہے۔ سردار احمد مجددی بقلم خود۔ الجواب صواب والمجیب مثاب (مہر: فدای احمد عم اللہ)

صد افسوس کہ زبان مادری والے جو اپنی زبان کے عالم وفاضل مسائل دین پر غور وفکر کرنے والے وہ کون اصحاب رسول اکرم اور تابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین تو بین یدی الخطیب وبین یدی المنبر کے معنی عند سے تعبیر کریں اور ایسے قریب سمجھتے چلے آئے ہوں جیسا کہ قریب منبر کے اذان ثانی کا رواج ہے اور اس وقت کے علماء متبحر بھی کتب واحادیث وفقہ سے وہی معنی سمجھتے اور فتوے دیتے ہیں۔ اب تیرہ سو برس (۱۳۰۰) کے بعد ایک شخص اور اس کے پیرو یہ کہیں کہ اذان ثانی خطبہ خارج مسجد ہونا سنت ہے ورنہ گناہ کبیرہ ہے۔ تو کیا کوئی عقلمند اس کو تسلیم کرے گا۔ ان سے پوچھا جائیگا کہ بین یدی مصلی سترہ کہیں ہو مگر ہو سامنا اور امام کے پیچھے مقتدی صف باندھ کر کہیں ہوں مگر محاذ ہو۔ بھائیو! خوب جانو یہ سنت زندہ کرنا نہ ہوگا بلکہ زندہ کو مردہ کرنا ہے اور ثواب کے بدلے عذاب مہیا ہے۔ فان ما راٰہ المؤمنون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

المشتھر

محمد نیاز گل خان متولی ومہتمم جامع مسجد پیلی بھیت وحکیم عبد الکریم خان

نوٹ: مسلمان بھائیو! اس فتوے اور مصدقین کی عبارت کو آپ نے پڑھا لیکن ابھی آپ کو نہیں معلوم کہ

مسلمان بھائیوں کو اذان ثانی جمعہ کے باب میں تحریر خلاف کی فاحش غلطیوں پر ضروری اطلاع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پہلا حصہ

الحمد للہ بفضلہ تعالیٰ تحریر خلاف سے خوب روشن ہو گیا کہ خلاف والوں کے ہاتھ میں مسجد کے اندر اذان کا کوئی ثبوت نہیں۔ نہ حدیث سے نہ فقہ سے اگر کچھ ہوتا تو کس دن کے لئے اٹھا رکھتے مسلمانو اتنا تو دیکھ لو کہ (۱) ادھر ہم نے سنن ابی داؤد شریف کی صریح حدیث پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت اس اذان کا امام کے سامنے دروازہ مسجد پر ہونا ہے وہ کوئی حدیث نہ لا سکے کہ حضور کی سنت اس اذان کا مسجد کے اندر ہونا ہے (۲) ہم نے بارہ کتب فقہ حنفی کی صاف صریح عبارات مع ترجمہ وحوالہ صفحات پیش کیں کہ مسجد کے اندر اذان منع ہے وہ ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھا سکے کہ مسجد کے اندر حکم ہے (۳) مجیب کے سوا اوروں نے تو کسی کتاب کا ایک فقرہ تک نقل نہ کیا ہاں مجیب صاحب نے ایک شافعی عالم کی کتاب فتح الباری اور ایک مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ کہ کوئی فقہ کی کتاب نہیں [illegible] درمختار کی عبارت نقل فرمائی مگر افسوس کہ کسی کا ترجمہ نہ دکھایا جس سے ہمارے عام بھائی کھلی آنکھوں سے دیکھ لیتے کہ ان عبارتوں میں ایک جگہ بھی تو اس کا نام تک نہیں کہ مسجد کے اندر اذان کا حکم ہے۔ عوام بھائی تو یہ دیکھیں گے کہ اوہو یوں کالم کے قریب عربی عبارتیں لکھی ہوئی ہیں یہ انھیں کیا معلوم ہوگا کہ ان میں اذان کے اندر ہونے کا کہیں حکم نہیں مسئلہ کا فیصلہ تو یہیں ہو گیا۔ حدیث وکتب فقہ حنفی کے مقابل ایک سند بھی نہ دکھا سکنا اور پھر حکم نہ ماننا بلکہ الٹا حکم دینا جو حالت رکھتا ہے مسلمان خود اندازہ کریں (۴) بھائیو! جسے اعتبار نہ آئے ہم ایک سہل تدبیر بتاتے ہیں جو ہر انصاف والا فوراً قبول کر لے جناب مجیب کی خدمت میں عرض کیجئے کہ جہاں آپ نے مسئلہ لکھنے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے اتنی مہربانی اور فرمائیے کہ جتنی عبارتیں نقل کی ہیں ان کے وہ فقرے الگ لکھ کر ترجمہ کر دیجئے جن کا ترجمہ یہ ہو کہ اذان مسجد کے اندر چاہیے جس پر خدا کو مان کر کچھ نمک مرچ اپنی طرف سے نہ ملائیے اور ساتھ ہی ان بارہ کتب

جناب مجیب نے ان عربی عبارتوں میں کیا کیا لکھا ہے کہ مسجد کے اندر اذان کہلوانے کے ثبوت میں لکھا ہے یا بیرون

فقہ کی عبارات و حدیث کا ترجمہ جو فتاوے بریلی میں ہے یا تو اس کی نسبت لکھ دیجئے کہ وہ ترجمہ صحیح ہے یا اگر غلط بتایئے تو ویسا ہی صاف ترجمہ ان کا بھی کر دیجئے۔ اگر وہ تمھاری یہ عرض قبول نہ کریں تو سمجھ جاؤ کہ معاملہ کیا ہے اور اگر مانیں تو ان سے لکھوا کر مہر کرا لو کہ ان عبارتوں کے یہ صرف خالص یا محاورہ ترجمے ہیں وہ مہری ترجمے ہمیں دکھاؤ۔ اگر واقعی صاف خالص ترجمہ ہی ہوگا تو ہمارے عام بھائی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ حدیث میں دروازہ مسجد پر ہونے کی صریح تصریح اور کتب فقہ میں مسجد کے اندر ہونے کی صاف ممانعت ہے اور انکی عبارتوں میں مسجد کے اندر ہونے کا کہیں لفظ تک نہیں مسلمانو یہ دین ہے۔ ضد اور ہٹ اور سخن پروری کا محل نہیں۔ دیکھو ہم نے جو تدبیر بتائی کتنا صاف فیصلہ ہے۔ اٹھو اٹھو اور جناب مجیب سے اسی مہری اقرار کے ترجمے لاؤ ابھی ابھی تمھیں معلوم ہوا جاتا ہے کہ تمھارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی سنت کیا ہے، تمھاری کتب فقہ کا کیا حکم ہے اور بھائیو جسے بات کی پچ اور ہٹ پر اڑا رہنا ہو کہ کاغذ پر دھوکے کی سیاہی لگی ہوئی قیامت میں اپنی نجات کو کافی مانے۔ اگرچہ صاف کھل گیا کہ اس میں حق چھپایا گیا اور کل کا باگ بنا ہے تو وہ جانے اور اس کا کام، اتنا یاد رہے کہ ایک دن اللہ و رسول کو منہ دکھانا ہے جل وعلا و صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلی آلہ وسلم (۵) بھائیو! ہم تمھیں بتائیں کہ ان عبارتوں میں کیا ہے سب میں بین یدی کا لفظ ہے یعنی یہ اذان امام کے سامنے ہونا سنت ہے بھائیو! اس کا کسے انکار تھا کس نے کہا تھا کہ امام کی پیٹھ کے پیچھے ہو سامنے نہ ہو ہمارا فتویٰ دیکھ لو پہلے ہی جواب میں ہے کہ حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر ہوتی۔ دوسرے جواب میں ہے چہرۂ انور کے مقابل مسجد کے دروازہ پر ہوتی پھر ان عبارتوں سے دھوکا دینے کے سوا کیا حاصل ہوا۔ بھائیو! اسی لئے تو آپ کو ترجمہ نہ دکھایا (۶) بھائیو یہ تعجب نہیں کہ بات آدمی کی سمجھ میں نہ آئے مگر روشن بیانوں سے سمجھا دینے کے بعد بھی الٹا چلنا ضرور شان دینداری کے خلاف ہے ہم نے اپنے فتوے میں کھول کر سمجھا دیا تھا کہ دیکھو حدیث میں بین یدی ہے اور ساتھ ہی علی باب المسجد یعنی چہرۂ انور کے مقابل دروازے پر ہوتی تھی، بس اسی قدر بین یدی کے لئے درکار ہے اور نہ صرف حدیث بلکہ حضور اعلیٰحضرت مجدد اعظم دین و ملت

مسجد کے سنت ہونے کا بیان کیا ہے۔ عربی عبارتیں ہیں۔ آپ کہتے ہیں گے کہ اگرچہ مفتی صاحب نے عجلت کی بنا پر

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فتوائے مبارک (مسمی باسم تاریخی اوفی اللمعۃ فی اذان یوم الجمعۃ وغیرہ وغیرہ ۱۳۲۰ھ) میں قرآن عظیم کی متعدد آیات سے بین یدیہ کے معنی واضح فرما دئے تھے فرمایا تھا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ یہ ماضی و مستقبل متصل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اس میں داخل ہے (۲) یونہی ملائکہ کا قول نقل فرمایا له ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذٰلک یعنی اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے یہ تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے، ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرائن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو قال اللہ تعالےٰ وھو الذی یرسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحاباً ثقالاً سقنٰہ لبلد میت فانزلنا به الماء یعنی اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتی۔ باران رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب انھوں نے ابھارے بوجھل بادل ہم نے اسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اتارا اس سے پانی۔ بین یدی نے قرب مطر کی طرف اشعار فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی مع اترے بلکہ ہوائیں چلیں اور بادل اٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے وقال تعالےٰ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید ٥ یعنی محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تو نہیں مگر تمھیں ڈرسنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔ آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے پھر اس کا قرب اس کے لائق ہے (تیرہ سو تینتیس ۱۳۳۳ اور اب تیرہ سو پینتالیس ۱۳۴۵ برس گزر گئے (اور اب تیرہ سو چھیاسٹھ ۱۳۶۶ ہوگئے) اور ہنوز وقت باقی ہے۔ پس جو اذان در مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اس پر ضرور بین یدی صادق ہے انتہی۔ حضور پرنور سیدنا اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین و ملت (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے ان آیات کریمہ سے

ترجمہ نہیں کیا ہے مگر انھوں نے اپنے مدعی کو بھی ثابت کیا ہوگا اصار و دلیں جو لکھا ہے وہ تو بنیں کے موافق ہے

ان کے بہت امثال کی طرف متنبہ فرمادیا تھا جو قرآن عظیم میں بکثرت ہیں یہ فتوی بھی جناب مجیب نے دیکھا اور افسوس کہ آیات قرآنیہ کا بھی لحاظ نہ کیا۔ قرآن و حدیث سب کے خلاف وہی اپنی ضد رکھی کہ بین یدیہ کے معنی متصل کے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (۷) مسلمانو آخر فتوائے مطبوعہ میں جو ہم نے علماء سے پانچ سوال اضافہ کئے تھے۔ الحمد للہ وہ ان تمام باطل خیالات کے رد کو پہلے ہی حاوی ہو لئے تھے۔ جناب مجیب اور ان کے مقرضان مجیب نے جو جو بے معنی شبہے پیش کئے ان سب کا بیخ گی رد ان سوالات میں موجود ہے جب تو حضرات نے ان کے جواب سے پہلوتہی کی حق پرستی تو یہ تھی کہ پندرہ سوالات کا (وہ پندرہ سوال یہ ہیں)

۱ جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر ۲ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی ۳ فقہ حنفی کی معتمد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں ۴ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وعلٰی آلہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰے عنہم کے زمانہ میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اس پر عمل لازم ہے یا رسم ورواج پر اور جو رسم ورواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کی پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم ورواج پر اڑا رہنا ۵ نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو ۶ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف، اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات در بارۂ عقائد حجت ہیں، یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنوں کا فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث و فقہ ہو ۷ سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سو شہیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا مردہ سنت اس وقت مردہ کہلائیگی جب اس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو

سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی ۸ علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں۔ اگر ہے تو کیا اس وقت ان پر یہ اعتراض ہو سکے گا کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی ۹ جن مسجدوں کے بیچ میں حوض ہے اسکی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائے گا یا نہیں ۱۰ جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا رہے گا وہاں کیا کرنا چاہیئے۔ امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو بینوا توجروا۔ یہ دس سوال مستفتی کی جانب سے مرکزی دار الافتا بریلی شریف میں پیش ہوئے جن کے جوابات حضرت مفتی صاحب نے دئے۔ اور جوابات کے بعد آخر میں تحریر فرمایا یہ مسلمان بھائیو یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں، دیکھو تو تمہارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کی سنت کیا ہے۔ تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے حضرات علمائے اہلسنت سے معروض حضرات احیائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمایئے کہ آپ کے ایک چھوٹے نے ایسے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے۔ آپ کے رب کا حکم ہے تعاونوا علی البر والتقوی اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں ہے۔ بے تکلف [illegible] حق فر[illegible] اور اس وقت لازم ہے کہ ان دسوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی ۱۱ اشارت مرجوح ہے یا عبارت [illegible] اذان میں فرق کیا ہے ۱۲ کیا محتمل صریح کا مقابل ہو سکتا ہے ۱۳ تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط بعید یا جس کا منشا بھی غلط ۱۴ حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے ۱۵ قرآن مجید [illegible] تجوید فرض ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا سب ہندی علماء اسے بجا لاتے ہیں یا سو میں کے [illegible]

یہ سوالات مع ان دس سوالات مستفتی کے جوابات کیساتھ بار بار بریلی شریف سے ملک میں پہلے اور اب بھی چھپے وہ مبارک فتوی دیکھنا ہو فتاوی رضویہ جلد دوم

لہٰذا اب آپ حضرات اس فتوے کا جواب اور فتوے کی عرق ریز ی ادلوں کا ترجمہ پڑھے جائیں اور حق و انصاف کو پہچان کر حق کا ساتھ دیں۔

"فقیر محب الرضا رضوی غفرلہ"

اور احکام شریعت حصہ دوم اور علمائے دین کے متفقہ فتادے ملاحظہ کرے مگر آج تک کسی اذانی نے ان پندرہ سوالوں کا جواب نہ دیا اور نہ اذانیوں میں ان سوالات کے جواب دینے کی ہمت ہے۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا علاج نہیں "محب غفرلہ"

جواب ہم نے مانگا تھا منصفانہ ان کا جواب دیتے پھر اگر کوئی شبہ بچ رہتا اسے پیش کرتے مگر بچتا کہاں سے بفضلہ تعالےٰ ہم نے پہلے ہی ان کے انتہائی خیالات کا احاطہ کر لیا تھا پھر ان کا جواب دینے کے بعد کچھ خلاف نویسی کی گنجائش کہاں رہتی۔ لہٰذا میز بحری کترانے ہی بنی۔ یقین نہ آئے تو آپ سے پندرہ سوالوں کے صاف صاف جواب بے پھیر پھار دے کر اس آئینہ میں اپنی تحریروں جواب و تصدیقات سب کا منہ دیکھ لیجئے۔ اگر ایک شبہ بھی بچ رہے تو گلہ کرنا۔ اب میں یہ دکھاؤں کہ اسقدر ناانصافیاں اوڑھ کر بھی دیا ستغا ثے جناب مولنا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب دامت فضائلہم) جناب مجیب و معترضان عجیب نے سنت کے مٹانے عوام کو بہلانے کو کیا کچھ ناگفتنی چالیں چلیں۔ مولنا شاہ سلامت اللہ صاحب کی عمر خدمت مذہب اہلسنت و دفع شیاطین کفر و بدعت میں گذری۔ اس کی برکت نے انھیں محفوظ رکھا کہ نہ فقہ کو کایا پلٹ کیا نہ ائمہ پر بہتان لیا نہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر افترا اٹھایا۔ نہ عبارات میں الٹی سمجھ اوندھے مطلب کا رنگ دکھایا۔ انھوں نے یہ بھی نہ فرمایا کہ زمانہ اقدس میں کیا تھا یہ بھی نہ فرمایا کہ کتب فقہ میں منع یا حکم نہیں لکھا۔ حضرت اتنا فرمایا کہ ہمارے یہاں عملدرآمد اس پر ہے یہ بالکل سچ ہے اور عبارت بھی کسی کو خط کے انداز میں لکھی کہ اما بعد از جانب فقیر سلامت اللہ واضح ہو تا کہ تصدیق فتویٰ کے رنگ سے الگ رہے۔ جہاں مخالفین علماء کے لطائف کو کیا سمجھیں بلکہ خدا انصاف دے تو حضرت مولنا نے سمجھ وال کو حکم جان لینے کا راستہ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث و فقہ کی بحث تھی حضرت مولنا ان سے سند رکھتے تو ضرور لکھتے مگر ان کے دین و دیانت ان کے صدق و امانت نے انھیں جھوٹ بولنے، افترا گڑھنے دھوکے دینے سے بچایا۔ فقط اپنے یہاں کے عملدرآمد کا ذکر فرمایا یعنی اے سائلو! دین و عقل رکھتے ہو

تو سمجھ لو کہ حدیث و فقہ کا اعتبار ہے یا اپنے عملدرآمد کا الحق عالم حقانی کی شان یہی ہے کہ اگرچہ کسی وجہ سے کچھ کرے مگر شریعت پر غلط افترا نہیں باندھتا واللہ الحمد اور حضرات نے جو جو خون انصاف کئے ان کی اجمالی فہرست عرض کروں۔

[1] سلف پر افترا، [2] ائمہ پر افترا، [3] محققین پر افترا، [4] روایات پر افترا، [5] نصوص پر افترا، [6] محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر افترا، [7] عبارات میں قطع برید، [8] بلکہ مردود سے سند لانا اور رد کو الگ چھپانا، [9] دلیل و رد میں تمیز نہیں، [10] حکم و بحث میں امتیاز نہیں، [11] جزم و امکان میں فرق نہیں، [12] مانع و مستدل کی پہچان نہیں، [13] راوی مجہول و متروک کی شناخت نہیں [14] صریح و محتمل کا ادراک نہیں، [15] عبارت و اشارات کی معرفت نہیں، [16] مقید و مہمل میں تفرقہ نہیں [17] بلکہ مضر و نافع کی سمجھ نہیں، [18] محض منہ زوری سے بے معنی حدیث کی تحریف، [19] حنفی کہلا کر فقہ حنفی کے مقابل ایک شافعی عالم سے استناد اور وہ بھی نراخرط القتاد۔ [20] کثیر کتب فقہ کے رد کو ایک غیر فقہی کتاب سے استناد اور وہ بھی محض بے بنیاد۔ میں ان بیسوں باتوں کا ثبوت پیش کروں اس سے یہ بہتر کہ انشاء اللہ الکریم خود ان صاحبوں کے منہ منوالوں، میرے پندرہ سوال پہلے کے ہیں، آگے چلوں اگر بے پھیر پھار سوالوں کے جواب دے تو بعونہ تعالےٰ سب دیکھ لیں گے کہ وہ بیسوں باتیں کیسے روشن طور پر ثابت ہوگئیں اور کھل گیا کہ حضرات نے اس تحریر میں کیسی دین و دیانت کو بیٹھ دی اور اگر پہلے کی طرح اڑان گھائی سے کام لیا تو الحمد للہ میں حق واضح کر چکا۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

جناب مولنا مولوی عبد الغفار خانصاحب۔ السلام علیکم۔ مزاج شریف۔ جناب کے مصدقین میں جو دیوبندی و غیر مقلد صاحبان ہیں آپ ہی کے صدقہ میں انشاء العزیز ان کی بھی خبر لی جائے گی۔ ورنہ میں پہلے ہی فتوے میں حضرات علمائے اہلسنت کی تخصیص کر چکا۔ زیادہ عرض آپ سے ہے اور یوں بھی کہ آپ ہی اصل مجیب ہیں، اور یوں بھی کہ عبارتیں آپ ہی نے پیش کی ہیں جن سے عوام سمجھیں کہ آپ کا کتاب سے کہا ہے میں سچ عرض کرتا ہوں

کہ آپکی تحریر اگر چھپی نہ ہوتی تو میں ہرگز آپ کے اغلاط شائع نہ کرتا۔ کاش آپ حساب دوستاں دردل پر نظر رکھ کر مجھ سے باہم طے کر لیتے مگر جب آپ کی تحریر چھپ چکی تو درد شائع نہ کرنے میں گمراہی عوام ہے لہٰذا مجبوری ہے۔ میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ اس تحقیق امر ونہی کو قاطع محبت قدیمہ نہ ٹھہرایئے۔ الحمدللہ آپ کو سنی میں بھی سنی فرعی فقہی اختلاف ہوا ہی کرتے ہیں، ہاں آپنے بعض وہابیہ کی خواہش کے مطابق خلاف ظاہر کیا اور انھیں مذوی اور باہم طے ہونے سے پہلے چھپوادی یہ ضروری غلطی ہوئی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

تین سوال ابتدائی، قبل اس کے کہ بعونہٖ عزوجل ان سوالات کا سلسلہ شروع کروں جن کے دعویٰ علم ودیانت کی آنکھیں کھلیں، پہلے تین سوال عرض کروں جن کو ہمارے عوام بھائی بھی سمجھ لیں۔ پھر تو انشاء اللہ تعالیٰ علم کا میدان ہے اور ہمارے قلم کا جولان وباللہ التوفیق علیہ التکلان

سوال ۱۶، جو حدیث موقوف اور شروح بخاری ومشکوٰۃ کی عبارتیں آپ نے پیش کیں یہ بعونہٖ تعالیٰ آگے دکھاؤں گا کہ وہ حدیث کیسی ضعیف اور ان عبارتوں میں آپ نے کیا کیا کاروائی کی اور کیسی خوش فہمی برتی، تھوڑی دیر کو ان تمام قاہر اعتراضوں سے قطع نظر ہی سہی تو آپ کو حق دوستی کی قسم ایمان سے کہنا اگر آپ ایک مسئلہ پر صحاح کی حدیث مرفوع اور بارہ کتب فقہ حنفی کی صریح تصریحیں لکھیں جن میں صاف صاف حکم مسئلہ لکھا ہو اور ایک شخص آپ کے خلاف مسئلہ بتائے اور اس پر ایک عبارت فقہ بھی نہ لاسکے صرف غیر صحاح کا ایک اثر موقوف اور دو شروح حدیث کی ایک جدا عبارت جس میں حکم مسئلہ کی کہیں تصریح نہیں سامنے لائے تو کیا منصفوں کے نزدیک جواب ہو گیا یا عقل وعلم ودیانت سب کو جواب۔ کیا جو عوام ایسے مقابلہ پر کودیں اور فتوی کے جواب میں فتوی سمجھیں وہ احمق بدعقل وہٹ دھرم ہیں یا نہیں۔

سوال ۱۷ مسئلہ اشارہ میں حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات جلد اول مکتوب ۳۱۲ میں آپکی نظر سے ضرور گذرے ہونگے جنمیں صراحۃً اقرار فرمایا ہے کہ دربارہ اشارہ بہت حدیثیں ہیں اور نوادر میں امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسے مانا اور اسے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کا بھی قول بتایا۔ اور علمائے حنفیہ نے اس پر فتویٰ بھی دیا تو حدیثوں میں بھی ہے، فقہ میں بھی ہے، فتوے میں بھی ہے۔ بایں ہمہ صرف اس وجہ سے کہ ظاہر الروایۃ میں نہیں اس پر عمل جائز نہ رکھا اور فرمایا ہم مقلدوں کو جائز نہیں کہ حدیثوں پر عمل کر کے اس پر جرأت کریں اب اسے اپنے مسئلہ سے ملا دیکھیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے تام کو ایک حدیث نہ نام کو کسی کتاب فقہ میں حکم بھلا فتویٰ تو بڑی چیز ہے پھر آپ کو کیونکر حلال ہوا کہ برخلاف تصریحات فقہ ایک اثر موقوف اور دو شروح حدیث کی عبارتیں دکھائیں، ان میں بھی ایک شافعی المذہب کی اور ان کے سبب تمام تصریحات کتب فقہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیں اور پھر آپ کی مقلدی برقرار۔

سوال ۱۸۔ اشارہ درکنار امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے میں کتنی صحاح احادیث ہیں، حضرت شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جی پڑھنے کو چاہتا تھا مگر محض اس وجہ سے کہ فقہ حنفی کے خلاف ہے نہ پڑھتے اور فرماتے "نقل از مذہب الحاد ست" مذہب سے عدول کرنا ملحد کا کام ہے دیکھو حضرت کا رسالہ مبدء ومعاد" کیا آپ بارہ کتب فقہ حنفی کے خلاف ایک اثر موقوف دو شروح حدیث پیش کر کے مقلدیت ومجددیت دونوں کو استعفا دینا گوارا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے کہیں یہ فتوے آپ کے نام سے کسی وہابی نے تو نہیں لکھدیا بہر حال کچھ بھی ہو اب ذرا آپ حضرات سنبھل کر ہوشیار ہو جائیں کہ قاہر سوالات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔ ۶ ربیع الاول شریف روز جاں افروز دوشنبہ مبارکہ ۱۳۳۲ھ

دوسرا حصہ بنام تاریخی (سوالاتِ قاہرہ) ۱۳۳۲ درزبر وبینات

سوال ۱۹۔ آپ نے فتح الباری سے ایک اثر موقوف منسوب بامیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا اور فتح الباری میں جو اس کا حال بتایا تھا تو یہ کیسی کتاب میں ہے اور خود کیا ہے سب حذف فرما دیا۔ جناب اگر فتح الباری کی پوری عبارت نقل فرماتے یا اس اثر ہی کے معنی سمجھتے تو حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم مروی کتاب صحاح کے مقابل

اسے پیش کرتے شرم فرماتے نہ وہ حدیث ابوداؤد کے مقابل ہوسکتا ہے نہ اس میں کوئی حرف اس سنت کے خلاف نہ آپ کو مفید غرض نہ روایت مقبول نہ درایت معقول مگر حدیث صحاح وفقہ حنفی دونوں کا رد ضرور۔ اولاً کیا عبارت فتح الباری کا آغاز یہ نہ تھا کہ فی تفسیر جویبر عن الضحاک عن زیادۃ عن برد بن سنان عن مکحول عن معاذ آپ نے عن معاذ سے عبارت شروع کی اور اوپر کے جملے چھوڑ دیے جن سے واضح تھا کہ یہ روایت تفسیر جویبر کی ہے اور تفسیر جویبر بہت نامعتبر کتاب ہے۔ آپ کو نہیں معلوم کہ ائمہ نے جویبر کو شدید الضعف متروک کہا ہے اور راوی عن دونہ ہے تو اس کی تعین پھر توثیق آپ پر تھی کیا احکام میں مجہول یا مجروح سے احتجاج جائز ہے یہ آپ کی پہلی قطع برید ہوئی۔

سوال ۲۰ ثانیاً کیا فتح الباری میں اس عبارت کے متصل یہ الفاظ نہ تھے وھذا منقطع بین مکحول ومعاذ یہ روایت مکحول ومعاذ کے درمیان منقطع ہے۔ فتح الباری میں جو اس پر صریح جرح فرمادی تھی یہ بھی آپ نے حذف فرمادی۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ روایت منقطع جب حدیث متصل مسند کے معارض ہو بالاتفاق مردود ہے یہ دوسری قطع برید ہوئی۔

سوال ۲۱۔ ثالثاً۔ اسی پر بس نہیں اس کے متصل ہی فتح الباری میں اس روایت کی صاف بے ثبوتی بیان فرمادی تھی کہ ولا یثبت۔ یہ روایت ثابت نہیں جناب نے اسے بھی اڑادیا یہ تین قطع بریدیں ہوئیں۔

سوال ۲۲ رابعاً فتح الباری نے تاریخی واقعات سے وہیں اس کی بے ثبوتی کا ثبوت دیا تھا کہ لان معاذاً کان خرج من المدینۃ الی الشام فی اول غزو الشام واستمر الی ان مات الشام فی طاعون عمواس۔ یعنی شروع خلافت صدیقی میں ملک شام پر جہاد کا آغاز ہوا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جہاد میں مدینہ طیبہ سے شام کو چلے گئے اور وہیں رہے یہانتک کہ طاعون عمواس میں شہید ہوئے، انھوں نے خلافت فاروقی میں مدینہ طیبہ دیکھا ہی نہیں کہ یہ روایت بیان فرماتے جناب نے اسے بھی اڑادیا یہ چار قطع بریدیں ہوئیں۔

سوال ۲۳ خامساً اس کے متصل ہی فتح الباری میں تھا وقد تواردت الروایات ان عثمان ھو الذی زادہ فھو المعتمد یعنی اور بیشک پے درپے روایات آئی ہیں کہ پہلی اذان امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ ہی نے زیادہ فرمائی تو اسی پر اعتماد ہے کیا انھوں نے نہ بتایا کہ یہ روایت نہ فقط شاذ بلکہ منکر و ناقابل اعتماد ہے۔ جناب نے اسے بھی اڑا دیا۔ یہ پانچ قطع بریدیں ہوئیں۔ شاید جناب کے خیال میں یہ تھا کہ فتح الباری دنیا میں آپ ہی کے پاس ہے

سوال۔ ۲۴ سادساً مولنٰنا ان تمام قطع بریدوں سے آپ نے فائدہ کیا پایا۔ نہایت یہ کہ ایک اثر ضعیف ناثابت منکر غیر معتبر کو ثابت و معتبر ٹھہرالیں اچھا یوں بھی پھر حاصل تو بتائیے اس میں کون سا حرف مسجد کے اندر اذان ہونے کا ہے اگر بین یدیہ لیجئے تو یہ وہی وہم بے اصل ہے جسے خود قرآن عظیم کی بکثرت آیاتِ کریمہ رد فرمارہی ہیں۔ اور اگر یہ کہیے کہ امیر المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دو مؤذنوں کو حکم فرمایا کہ مسجد سے باہر اذان کہیں تو اس سے یہ سمجھا کہ دوسری اذان مسجد کے اندر ہے۔ مفہوم مخالف ہوا اور وہ بھی سب میں ضعیف، سب میں ردی، مفہوم لقب جسے حنفیہ تو قطعاً مانتے ہی نہیں۔ صرف بعض حنابلہ قائل ہوئے۔ یا دقاق شافعی یا صند ادمالکی وبس اور کتب حنفیہ میں اس پر یہاں تک انکار فرمایا کہ مفہوم لقب مانا جائے تو معاذ اللہ کلمہ طیبہ کفر ہوجائے (دیکھو توضیح تلویح وغیرہ کتب اصول) تو کیا حدیث صریح صحاح و تصریحات کتب معتمدہ فقہ حنفی کے رد کو ایک ایسی پوچ لچر بات کا دامن پکڑنا ایک حنفی کو زیب دیتا ہے۔

سوال ۲۵ سابعاً مولنٰنا یہ تو ایسی صاف بات تھی کہ ایک جاہل سے پوچھیے تو وہ بھی بتادے مثلاً بادشاہ دیوان خانہ میں ہو اس کا بیرونی دروازہ بالکل محاذات میں ہے جہاں سے چوبدار حاضران دربار کو لاتا اور نگاہ روبرو عرض کرتا ہے تین سفیر آئے ہیں ایک دروازہ تک

پہنچا دو ابھی باہر ہیں۔ اسوقت بادشاہ انہیں پوچھے تو کیا نہ کہا جائے گا۔ ایک حضور کے سامنے ہے اور دو باہر حاضر ہیں۔ یا فارسی میں یکے بیش روئے منورست، دو بیرون دربار، یا عربی میں احدھم بین یدی الملک واثنان خارج الحضرۃ۔ کیا کوئی عاقل اس سے یہ گمان کریگا کہ یہ جسے بین یدی کہا جوف مکان میں ہے دروازہ محاذی پر نہیں۔

سوال ۲۶۔ ثامنًا مولٰنا آپ نے اندر باہر کے محاورات پر نظر کی نہ یہی جانا کہ اذان کس معنی پر باہر ہے کیا مسجد کے دو اطلاق نہیں۔ ایک موضع صلاۃ فصلیں دیواریں، دروازہ سب اس معنی پر مسجد سے خارج ہیں اور اسکے توابع۔ دوسرا چار دیواری مسجد مع ما فیہا بایں معنی وہ سب داخل مسجد ہیں۔ کیا خود قرآن عظیم میں یہ دونوں محاورے موجود نہیں۔ انما یعمر مسجد اللہ من اٰمن باللہ یہ بنا پر موقوف نہیں دیکھو حدیث ترمذی وابن ماجہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسجد ہدم بناہی کے لئے ہے بمعنی دوم وہ اذان جدید خارج مسجد تھی اور اذان بین یدیہ داخل۔ مگر بمعنی اول خارج مسجد تھی۔ اور اسی قدر اسے درکار ہے بلکہ یہاں تیسرا اطلاق اور ہے۔ فنائے مسجد کو بھی مسجد کہتے ہیں، لہذا معتکف اس میں جا سکتا ہے اور اس وقت بھی وہ معتکف فی المسجد ہی کہلائے گا ولہذا منارہ پر جو اذان ہوا سے یہی کہیں گے چلو مسجد میں اذان ہوئی یہ کوئی نہیں کہتا کہ چلو مسجد کے باہر اذان ہوئی یدالّج پھر رد المحتار میں ہے لو صعد ای المعتکف المنارۃ لم یفسد بلاخلاف وان کان بابھا خارج المسجد لانھا منہ لانہ یمنع فیھا من کل ما یمنع فیہ من البول ونحوہ فاشبہ زاویۃ من زوایا المسجد اب تو امر بہت واضح ہے مگر فقہ کیلئے سمجھ درکار ہے مولٰنا مستدل بننا ذرا کارے دارد اور وہ بھی حدیث صحاح وفقہ حنفی دونوں کے رد کو

سوال ۲۷۔ تاسعًا ہمیں احتمال ہی کافی تھا نہ کہ خود آپ کی پیش کردہ روایت میں خارجًا من المسجد کے ساتھ حتی یسمع الناس موجود جس نے کھول دیا کہ خارج مسجد بیرون

حدود مسجد مراد ہے کہ دور والوں کو آواز پہنچے جس طرح امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے زوراء میں دلوائی کہ مدینہ طیبہ کے بازار کا نام ہے۔

سوال ۲۸۔ عاشرًا۔ کیا ہمارے فتوائے اول میں امام ابن الہمام کا کلام نہ دیکھا کہ فی المسجد فی حد ودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ ان تمام رہنماؤں کے بعد بھی اس اثر سے اذان ثانی کو جوف مسجد میں ٹھہرا لینا نری دھینگا مشتی کے سوا کیا ہے آپ کے تمسک بالاثر کے باطل و بے اثر کرنے کو تلک عشرۃ کاملۃ مبارک

سوال ۲۹ مولٰنا آپ نے اس اثر ضعیف ومنکر و نامعتبر کی حالت دیکھی کہ اس میں بھی ایک حرف تک مسجد کے اندر اذان ہونے کا مفید نہیں۔ بے دیکھے یہی آپ کے ہاتھ میں تھا وہ بھی گیا۔ اب تو فرمائیے کہ آپ کا فرمانا "اذان ثانی مسجد میں ہوتی ہے یہی طریقہ زمانۂ انحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم پر افترا ہوا یا نہیں؟

سوال ۳۰۔ افترا تو یہ بھی تھا کہ جس بات کا ثبوت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم سے نہ ہو۔ اسے حضور کی طرف بالجزم نسبت کر دینا کہ وہ جس کے خلاف کا ثبوت ہو اب یہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم پر ڈبل افترا ہوا یا نہیں؟

سوال ۳۱۔ آپ خود جانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم پر افترا کیسی سخت شدید اعظم آفت ہے۔ میں نہیں کہتا کہ آپ قصدًا اس کے مجوز ہوئے ہوں معاذ اللہ یہ تو وہابیہ کی شان ہے۔ جاہل سا جاہل سنی بھی اسے روا نہ رکھے گا۔ آپ تو ماشاء اللہ سنی عالم ہیں۔ مگر جلد کاری وغلط فہمی اور اللہ و رسول معاف فرمانے والے ہیں۔ لہذا حق و دوستی کے لئے بہت منت سے معروض کہ اب مطلع ہو کر توبہ فرمائیے اور جس طرح اس کا وقوع علانیہ ہوا چھپ کر بٹا تو یہ بھی چھاپ کر بانٹیے کہ ہمارے آپ کے مولائے کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ خفیہ گناہ کی توبہ خفیہ اور علانیہ کی توبہ بھی علانیہ۔ کیا جناب کی حق پرستی سے امید نہ ہو کہ آپ

اِس سے انکار اور اُس پر اصرار نہ فرمائیں گے۔ دیکھئے آپ کا رب عزوجل فرماتا ہے لم یصروا علی ما فعلوا و ھم یعلمون ○

سوال ۳۲ فتح الباری میں یہاں اس کی بحث ہے کہ اذان اول امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد کی یا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آذان ثانی کے اندر باہر ہونے کا یہاں کچھ ذکر نہیں۔ ابن حجر وہ اثر اس کے بیان کو لائے کہ برخلاف روایات مشہورہ ایک اثر میں فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زائد فرمانا آیا پھر اس اثر کا رد کیا۔ پھر عطا سے اس کی تائید نقل کی پھر اس کا رد کیا پھر یہ تطبیق نکالنی چاہی جسے آپ نے نقل کیا جس کا حاصل یہ کہ ممکن ہے زمان فاروقی میں اذان سے پہلے کوئی اعلان بے اذان ہوتا ہوا اور یہی ابتدائے خلافت ذی النورین میں رہا۔ پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اسے بالفاظ اذان کر دیا ہو۔ فرمایئے۔ اس کلام کو اس مسئلہ سے کیا علاقہ۔ پھر اس کا لانا، سطریں بھرنے اور عوام کو یہ وہم دلانے کے سوا کیا ہے کہ آہا سطریں کی سطریں عربی عبارتوں کی ہیں یہ آپ کی پہلی بھرتی ہے۔

سوال ۳۳ پھر یہاں فتح الباری نے مہلب سے نقل کیا کہ اذان ثانی یہاں اسلئے رکھی گئی کہ لوگ جان لیں کہ خطیب منبر پر بیٹھا تو خطبہ کے وقت خاموش سنیں۔ پھر اسی روایت میں اسحٰق اعنی حدیث ابوداؤد بحوالہ طبرانی وغیرہ سے اس کا رد کیا کہ یہ اذان تو دروازہ مسجد پر ہوتی تھی تو ظاہر یہ ہے کہ مطلق اعلام کے لئے تھی نہ خاص چپ کرنے کو ذرا خدا کو مان کر اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت ایک نظر پھر دیکھ لیجئے کہ امام ابن حجر تو اس روایت ابن اسحٰق کو حجت بنا رہے ہیں اس کی سند سے مہلب کا قول رد کر رہے ہیں کہ فیہ نظر فان فی سیاق ابن اسحٰق کان یؤذن علی باب المسجد فالظاھر انہ کان لمطلق الاعلام لا لخصوص الانصات اور آپ عین استدلال میں نتیجہ کو دلیل سے توڑ کر علی باب المسجد پر ختم کرتے اور فالظاھر کو جو اس روایت ابن اسحٰق پر تصریح تھی اسی کا رد ٹھہرائے

وہیاں آپ کہ فرماتے ہیں " علامہ ابن حجر اس شبہ روایت ابن اسحٰق کا یہ جواب دیتے ہیں فالظاھر انہ کان لمطلق الاعلام انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مولنا اگر سمجھ کی یہ حالت ہے کہ نتیجہ کو دلیل سے جواب دلیل کا رد ٹھہرایئے تو سو بار انا للہ وانا الیہ راجعون اور اگر دیدہ و دانستہ یہ کاروائی ہے تو سو لاکھ بار انا للہ وانا الیہ راجعون مولنا میں جانتا ہوں کہ ایسے فاحش نافہمی پر اگر آپ کا کوئی کافیہ خوان طالب علم اڑے تو شاید اس پر سخت غضب کی قمچی پڑے پھر آپ سے عجب اور کرور ہا عجب اور جب آپ ہی ایسی ٹھوکریں کھائیں تو آپ کے فتوے پر تصدیقیں کرنے والوں سے کیا شکایت کہ وہ تو آپ ہی کی ہاں جی بجالائے ہیں، منطقیوں، فلسفیوں کو بھی نہ سوجھی کہ کیا اندھیر کھاتا ہے۔ یوں خالی زٹلیات میں بال کی کھال نکالنے کا دعوےٰ ہے۔

سوال ۳۵۔ جانے دیجئے یہ صریح باطل حدبھر کی نافہمی بھی اوڑھ لیجئے کہ ابن حجر فالظاھر سے روایت ابن اسحٰق کا جواب دے رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر آپ کا افترا اب بھی ثابت رہا۔ آپ جواب ابن حجر سے سند لا رہے ہیں ابن حجر حدوث اذان اول تک علی باب المسجد کو مسلم رکھتے اور اس کی وجہ قصد اعلام بتاتے ہیں تو ثابت ہوا کہ صدر خلافت ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہم تک اذانِ خطبہ بیرونِ مسجد ہی ہوا کی تو مسجد میں ہونے کو آپ کا فرمانا کہ "یہی طریقہ زمانہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے چلا آتا ہے" آپ ہی کے منہ سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر افترا۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر افترا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر افترا ہوا یا نہیں۔

مولنا قصور معاف۔ آپ بھی شیروں سے شکار چھیننے چلے ہیں غرض یہ جناب کی تیسری بھرتی تو اور الٹی چھری ہوئی۔ رہا انصات و اعلام کا خرخشہ اسکی سنیئے۔

سوال ۳۶ اولاً کیا جناب حنفیت کو بالکل استعفےٰ دے بیٹھے جو ایک عام

غیرحنفی سے نقل کرنے چلے کہ اذان ثانی اعلام کو نہیں اور آپ کے کتب مذہب میں صریح تصریح ہے کہ وہ بھی اعلام کو ہے۔ ہدایہ وکافی وتبیین وعنایہ وبحر ودرمختار وغیرہا میں ہے واللفظ للبحر تکرارہ مشروع کما فی اذان الجمعۃ لانہ لاعلام الغائبین فتکریرہ مفید لاحتمال عدم سماع البعض شرح تنویر میں ہے (الاذان اعلام مخصوص) لم یقل بدخول الوقت لیعم الفائتۃ وبین یدی الخطیب۔

سوال ۳۷۔ ثانیاً کیا اعلام بعد اعلام ناممکن ہے یہ تو خلاف اجماع امت ہے۔ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کہ ثبوت اعلام بعد اعلام ہے اور علمائے امت کے اس میں دو قول ہیں مکروہ یا مستحب اور دونوں فرع وجود ہیں۔ محال نہ مکروہ ہوسکتا ہے نہ مستحب تو بالاجماع اذان ثانی بھی اعلام ہے۔ اب ایک غلط بات کی اتباع میں نہ صرف حنفیت کا خلاف بلکہ اجماع کا خرق ہوگا۔ کیا آپ نے حدیث اتقوا زلۃ العالم نہ سنی۔

سوال ۳۸ ثالثاً اعلام رکن اذان ہے اذان کا اس سے انسلاخ کیونکر ممکن ردالمحتار میں ہے۔ لا یسمی اذانا شرعا لعدم الاعلام اصلاً۔

سوال ۳۹۔ رابعاً روح عمل اس کا مقصود ہے۔ شک نہیں کہ اذان خطبہ زمانہ رسالت میں اعلام کو تھی۔ اگر اذان اول کی زیادت سے صرف انصات کو رہ جاتی تو مقصود بدل جاتا تو امیرالمومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شے زیادہ نہ فرمائی۔ بلکہ معاذ اللہ اصل سنت کو بدل ڈالا کہ اس کی صورت رہ گئی اور معنی فوت ہوئے یہ کیونکر معقول ہے

سوال ۴۰ خامساً بفرض باطل یوں ہی سہی پھر کون سی دلیل شرعی ہے کہ انصات کی اذان داخل مسجد ہو۔ حالانکہ بدیہی حکم اگر منبر کی آواز باہر تک جائیگی تو ضرور باہر کی منبر تک جائے گی۔ پھر وجہ تخصیص کیا اور اگر نہ جائے گی تو باہر ہی

والے زیادہ محتاج انصات ہیں کہ اندر والے تو امام کا منبر پر جانا آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اپنی ہی عبارت منقولہ دیکھئے جسے ابن حجر نے بھی بعد حدوث اذان اول مسلم رکھا کہ لیعرف الناس بجلوس الامام علی المنبر فینصتون۔ لوگوں کو معلوم ہو کہ امام منبر پر بیٹھا تو چپ رہیں اس کی حاجت اندر زیادہ ہے یا باہر۔ بلکہ کہہ سکتے ہیں کہ باہر ہی ہے نہ اندر۔ غرض کیسی بے معنی دبے حاصل بات ایک غیرحنفی سے نقل کرکے فقہ حنفی کی روشن تصریحوں کو اس سے رد کرتے ہوئے ایک حنفی عالم کو شرم چاہیئے خصوصاً حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ان عظیم تہدیدوں وعیدوں کے بعد ایک مجددی کو بس اور کیا کہوں سوا اس کے کہ اللہ تعالٰی ہمارے بھائیوں کو ہدایت دے۔ آمین

۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

تیسرا حصّہ

بنام تاریخی (سوالات قاہرہ) ورزبروبینات

سوال ۴۱ پھر فتح الباری کی ایک اور عبارت نقل کی کہ امیرالمومنین نے پنجگانہ پر قیاس فرماکر اذان اول حادث فرمائی، اور روبروئے خطیب کی اذان باقی رکھی، کہئے اس سے کیا نکلا یہ جناب کی چوتھی بھرتی ہے۔

سوال ۴۲ نہیں نہیں یہ بھی نری بھرتی نہیں بلکہ الٹی مضر ہے۔ اگر یہ اذان اعلام کو نہ رہتی تو جو خصوصیت جمعہ زمانہ اقدس میں تھی کب باقی رہی۔

سوال ۴۳۔ پھر شرح مشکوٰۃ کی عبارت نقل کی کہ جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور اذان روبروئے خطیب کی آواز سب اہل مدینہ کو نہ پہنچی یا جب لوگوں نے اول وقت سے حاضر ہونا ترک کردیا۔ تو امیرالمومنین عثمن رضی اللہ تعالٰی عنہ نے

اذان اول زیادہ فرمائی۔ کہیئے اس میں کیا ہے۔ کیا اندر باہر کا ذکر ہے۔ یہ جناب کی پانچویں بھرتی ہے۔ شاید یہ سمجھے ہوں کہ اندر ہی کی اذان ایسی ہوگی کہ سب شہر کو نہ پہنچے دروازہ مسجد پر ہوتی خواہ مخواہ سارے شہر میں پہنچ جاتی۔ اس عقل کا علاج تجربہ کر دیگا دروازہ کی بھی ایک اذان شہر بھر کو ہرگز نہ پہونچے گی۔ سرکار مدینہ طیبہ کی آبادی خود زمانہ رسالت میں دور دور تک تھی۔ خلاصہ امام سمہودی میں ہے ومن تأمل ماذکرنا فی الاصل من منازل القبائل من المھاجرین مع منازل قبائل الانصار علم عظیم سعتھا۔

سوال ۴۴۔ پھر اسی کی ایک طویل عبارت نقل کی جبمیں اس کی بحث ہے کہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰے عنہ کے نزدیک اذان ثانی جمعہ کا خطیب کے سامنے ہی ہونا سرے سے بدعت ہے ان کے نزدیک زمانہ اقدس میں یہ اذان بھی منارہ پر ہوتی تھی نہ محاذات خطیب میں۔ امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں۔ ان السنۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذلک کان علی عھد النبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وعلی اٰلہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔ علامہ یوسف سقطی مالکی حاشیہ جوہر زکیہ شرح عشماویہ میں فرماتے ہیں۔ الاذان الثانی کان علی المنار فی الزمن القدیم وفعلہ بین یدی الامام مکروہ کما نص علیہ البرزلی وقد نھی عنہ مالک وفعلہ علی المنار والامام جالس ھو المشروع اھ سکندری۔ توضیح امام خلیل بن اسحاق سے مجموعہ امام ابن القاسم تلمیذ امام مالک وکافی امام ابو عمر یوسف مالکی کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں۔ واقعی یہی وہ بات ہے جس پر اور علماء یہاں تک کہ خود بعض مالکیہ نے انکار فرمایا اور ثبوت دیا کہ زمانہ اقدس میں یہ اذان امام کے روبروہی ہوتی تھی نہ منارے پر اور اس کے ثبوت کو وہی حدیث

ابن اسحاق پیش کی جو ہم نے اپنے فتوے میں لکھی اور بلاشبہ یہ بات کہ زمانہ اقدس میں یہ اذان خطیب کے محاذات میں ہوتی تھی جو اس کا ثبوت حدیث سے دینا چاہے اسے اسی حدیث ابن اسحٰق کا دامن تھامنا ضرور ہے اسے رد کر کے حدیث سے بین یدی کا ثبوت نہ ملے گا۔ اب اس کے بیان میں ائمہ کا کلام سنئے۔ امام ابو عمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار پھر امام خلیل شرح ابن الحاجب پھر امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ پھر علامہ محمد زرقانی شرح میں فرماتے ہیں۔ واللفظ لھذین (قال الشیخ خلیل اختلف النقل ہل کان یؤذن بین یدی النبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وعلی آلہ وسلم او علی المنار الذی نقلہ اصحابنا انہ کان علی المنار نقلہ ابن القاسم عن مالک فی المجموعۃ ونقل ابن عبد البر فی کافیہ عن مالک ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم وقال غیرہ) ای غیر مالک (ھو اصل الاذان فی الجمعۃ و کذا نقل صاحب تھذیب الطالب) لعبد الحق (والمازری وفی الاستذکار ان ھذا اشتبہ علی بعض اصحابنا فانکروا ان یکون الاذان یوم الجمعۃ بین یدی الامام کان فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر قال وھذا قول من قل علمہ بالاحادیث وعانہ یعنی الداودی ثم استشھد) فی الاستذکار (بحدیث السائب بن یزید المروی فی البخاری ثم قال وقد رفع الاشکال فیہ ابن اسحٰق عن زھری عن السائب بن یزید قال کان یؤذن بین یدی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ وابی بکر وعمر اھ) کلام التوضیح اھ باختصار ملاحظہ ہو یہی وہ کلام ہے جس کا خلاصہ علی قاری نے لانا چاہا۔ یہاں اس اذان کو روبروئے امام دان [illegible] مسجد کے اندر یا باہر ہونے کی بحث نہیں جسے ہمارے مسئلہ سے علاقہ ہو بلکہ [illegible] کی بحث ہے کہ جمہور مالکیہ اس کے روبروئے امام ہونے ہی کو بدعت کہتے ہیں۔ اس کا

بھی منارہ ہی پر ہونا سنت جانتے ہیں اور اسی کو اپنے امام مذہب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ امام ابن عبد البر فرماتے ہیں یہ حدیث سے ناواقفی ہے۔ سائب بن یزید کی حدیث سے جس کی اصل صحیح بخاری میں ہے۔ ابن اسحاق نے اسکی روایت میں واضح کر دیا ہے کہ یہ اذان حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم و صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں خطیب کی محاذات میں ہوتی تھی، انتہی۔ بس اتنی بات ہے اور اتنی بحث ہے مسجد کے اندر ہونے کا اس میں کون سا لفظ ہے۔ مالکیہ نے روبروئے امام ہونے کا خلاف کیا۔ محققین نے اس کا رد کیا چشم ما روشن دل ما شاد۔ ہم خود کہتے ہیں کہ روبروئے امام ہونا سنت ہے پھر کہیے اس میں ہمارا کیا خلاف ہے اور آپ کے اوس ادعائے باطل کا کیا ثبوت ہوا اذان ثانی مسجد میں ہوتی ہے یہی طریقہ مسنون ہے۔ اور اگر کسی نے اس کے خلاف کیا ہے تو اس کا علمائے محققین نے رد کیا ہے۔ یہ علمار محققین پر افترا ہوا یا نہیں۔

سوال ۴۵۔ طرفہ یہ کہ محققین کا یہ کلام ان کی یا اور علما کی کتابوں سے نقل نہ کیا جن میں اسے مقبول رکھا ہو نقل فرمایا تو مرقاۃ سے جس میں اسے صراحۃً رد کر دیا ہے اور لطف تر یہ کہ ساتھ ہی وہ رد بھی نقل کر دیا کہ "ولیس فی روایۃ البخاری مایقتضی شیئاً من ذلک" یعنی یہ جو ابن عبد البر وغیرہ نے جمہور مالکیہ پر اعتراض کیا کہ یہ اذان خطیب کی محاذات ہی میں ہوتی تھی جیسا کہ حدیث بخاری کا مقتضی ہے۔ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں۔ بخاری کی روایت اصلاً اسے مقتضی نہیں کہ اذان امام کے سامنے ہو۔ اب فرمایئے یہ الٹا مخالف سے استناد ہوا یا نہیں۔ اگر کہیے ہمیں محققین کے کلام سے کام ہے اگرچہ علی قاری نے اس کا رد کیا تو جناب اس رد کو کیوں نقل کر لائے۔ اگر کہیے یہ ہماری چھتی بھرتی تھی تو جناب بھرتی تو نحو وسند ملاقات ہوتی ہے۔ یہ تو جناب کو مضر تھا جس کے حوالے سے کوئی کلام سند کو لائے اسی کے کلام میں اسی کا رد موجود ہو

تو اس رد کو بچا جانا خیانت ہوتا اور نقل کر دینا خود اپنی بنا ڈھانا مگر یہ کہ رد کا رد کر دیتے اگر کہیے ہم نے علی قاری کے رد کی طرف اسلئے توجہ نہ کی کہ اتنے محققین کے مقابل تنہا ایک کی بات کیا قابل التفات، تو جناب قاری کی اتنی بات کہ بخاری کی روایت امام کے سامنے اذان ہونے کی اصلاً مقتضی نہیں۔ یقیناً سچی ہے اور نہ مانیے تو اب آپ کسی حدیث بخاری سے ثبوت دیجئے کہ یہ اذان امام کے سامنے ہوتی۔ پھر حق بات کیوں ناقابل التفات۔ اگر کہیے یہاں علی قاری کو کلام محققین نقل کرنے میں سخت اشتباہ ہوا، محققین نے یہ نہ فرمایا تھا کہ یہ حدیث بخاری کا مقتضی ہے بلکہ بخاری کا تو ذرا پتا دیا تھا کہ اصل حدیث اس میں بھی ہے اور سند لائے تھے۔ روایت ابن اسحاق سے کہ اس نے امر واضح کر دیا ہے تو جناب اب ٹھکانے سے آگئے اور ظاہر ہو گیا کہ محققین نے روایت ابن اسحاق کو اپنی حجت بنایا ہے نہ کہ اس کا رد فرمایا ہو تو علی قاری کا فازعہ کثیرون منہم جماعۃ من المالکیۃ میں حدیث ابن اسحاق کو داخل کرنا اسی سخت اشتباہ پر مبنی ہے۔ وللہ الحمد

اگر کہیے ان کثیرون اور جماعت سے ہم باز آئے ہم نے فقط علی قاری کو علمائے محققین کہا ہے انھوں نے تو اس کا رد کیا ہے۔ تو جناب یہ تو بعد کو عرض کروں گا کہ قاری نے کس کا رد کیا۔ کہاں رد کیا؟ اولاً اپنے لفظ یاد فرمایئے کہ "اگر کسی نے اس کا خلاف کیا ہے تو اس کا علمائے محققین نے رد کیا ہے۔ یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ امر مجمع علما ساری امت مرحومہ کا ہے۔ کیا ایک اکیلے قاری کا رد کرنا ساری امت مرحومہ کا اجماع ہو جائے گا۔ تنہا قاری اگر علمائے محققین ہو گئے تو ساری امت مرحومہ تو نہ ہو جائیگے

سوال ۴۴۔ ثانیاً قاری نے پہلے وہ قول نقل کیا کہ جمہور ائمہ مالکیہ اور خود امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ پھر کثیرین سے اس میں منازعت نقل کی، پھر اس منازعت کا رد کیا پھر ایک احتمالی طور پر دونوں قولوں میں تطبیق پیدا کی۔ شاید یوں

ہوتو انھوں نے صراحۃً ان کثیرین کا رد کیا جو بلندی کے قائل تھے نہ کہ امام مالک و مالکیہ کا جو منارہ پر ہونا مانتے ہیں، کیا آپ اسی کو امت مرحومہ کا مجمع علیہ مانتے ہیں کہ اذان ثانی امام کے سامنے نہ ہو بلکہ منارہ پر۔ رہی تطبیق وہ دونوں قولوں کے خلاف پر امت مرحومہ کا اجماع ہے یعنی نہ منارہ پر نہ امام کے سامنے بلکہ زمین پر امام کے پیچھے۔

سوال ۴۷۔ ثالثاً ممکن کہہ کر ایک احتمالی بات پیدا کرنا کیا کوئی حکم ہوتا ہے اجماع حکم پر ہوتا ہے یا کسی مشکوک بات پر، اجماع درکنار۔ کیا امکان واحتمال سے کسی سنت کا ثبوت ہو سکتا ہے۔

سوال ۴۸ رابعاً قاری کی تطبیق اول تک تو بحمد اللہ تعالیٰ بالکل مطلع صاف ہوگیا۔ اور بعد کی نری بے سند تطبیق کہ ممکن کہ زمانہ رسالت میں در مسجد پر اذانِ بلال مجرد اعلام ہو للہ انصاف کتنی بے اصل ونا قابل قبول اور جملہ ائمہ و علماء وشراح حدیث وروایت سیر سے ایک نئی راہ متروک ومخذول ہے اولاً تمام احادیث وعلماء بالاتفاق ناطق ہیں کہ زمانہ رسالت میں روز جمعہ بھی ایک ندا تھی کہ وقت جلوسِ خطیب ہوتی۔ اس بے معنی احتمال نے اسے اذان ہی نہ رکھا زا کوئی اعلام کر دیا تو حاصل یہ ہوا کہ زمانہ رسالت میں جمعہ کی اذان ہوتی ہی نہ تھی۔ مولنا اسے خلاف اجماع امتِ مرحومہ کہیے۔ ثانیاً بفرض باطل سوئے اعلام اذان سے پہلے مانیے مگر یہ جو وقت منبر تھی یہ تو باجماع امتِ مرحومہ اذان تھی محققین نے جس روایت ابن اسحاق سے استدلال فرمایا توضیح سے اس کی عبارت سن چکے کہ اذا جلس علی المنبر اس اذان کو مجرد اعلام سے تاویل کرنا کس درجہ باطل صریح وخلاف اجماع ہے ثالثاً اعلام عمر وعثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما قبل اذان خطبہ تھا، اس کے بعد اذان یہاں جب اذان خطبہ ہی محض اعلام ٹھہری تو یہ اس کی اصل کیونکر ہوئی، امیر المومنین نے اعلام سابق کو اپنا احداث بتایا اس طور پر تو خود اذانِ خطبہ ہی کو احداث کہنا تھا۔

رابعاً جب اعلام زمانہ رسالت میں تھا تو احداث فاروق کیونکر ہوا، اس کے بنانے کو علی قاری ایک اور امکان واحتمال نکالتے ہیں جسے آپ نے چھوڑ دیا کہ لعلہ ترك ایام الصدیق او اواخر زمنہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلی الہ وسلم ایضاً فلھذا سماہ عمر بدعۃ یعنی شاید یہ اعلام صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے میں متروک ہوگیا یا خود آخر زمانہ رسالت میں بھی چھوٹ گیا ہو اس لئے فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اسے بدعت کہا۔ پہلے تو اذان خطبہ کو اعلام بنایا تھا اب وہ بھی گیا۔ ویسے ہی جمعہ پڑھ لیتے تھے۔ حالانکہ وہ حدیث جس میں یہ تاویلات کی جا رہی ہیں زمانہ رسالت وزمانہ صدیق وزمانہ فاروق سب میں وقتِ خطبہ اس کی تصریح فرمادی ہے خطبہ کے وقت کی ندا ہرگز متروک نہ ہوئی، بات یہ ہے کہ علی قاری کو اس وقت نہ کلام محققین بلفظہ محفوظ تھا نہ یہی یاد تھا کہ وہ خود روایت ابن اسحاق سے سند لائے ہیں نہ وہ حدیث ہی پیش نظر تھی جس پر کلام کر رہے ہیں۔ ورنہ ہرگز نہ محققین سے وہ نقل کرتے کہ یہ حدیث بخاری کا مقتضی ہے نہ ان پر اعتراض کرتے کہ ایسا نہیں نہ اذان خطبہ کو نرا اعلام ٹھہراتے نہ اسے زمانہ صدیق یا زمانہ رسالت میں بھی متروک بتاتے نہ روایت ابن اسحٰق سند محققین میں نزاع محققین بتاتے۔ روشن ہے کہ یہ سب باتیں محض بے منشا وخلاف واقع ہیں، قاری نے یاد پر یہ بحث لکھی کلام محققین میں جو حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہونا بتایا۔ اور روایت ابن اسحاق سے استناد فرمایا یہ یاد رہا کہ خود روایت بخاری سے استناد کیا اور روایت ابن اسحٰق سے فقط دروازہ کا لفظ یاد رہا نہ اذا جلس علی المنبر خیال رہا کہ اذان خطبہ کو اعلام نہ کہتے نہ لفظ اواخر بکر وعمر کہ زمانہ صدیق بلکہ زمانہ رسالت میں بھی اذان خطبہ متروک نہ بتاتے۔ ظاہر ہے کہ ایسے کلام سے استناد محض باطل وخرط القتاد اسی لئے تو حدیث میں لا تنکث امتعۃ ارشاد ہوا

سوال ۴۹۔ سب جانے دیجئے پھر اس عبارت فارسی میں کون سا لفظ ہے کہ مسجد کے اندر اذان ہو یا زمانہ رسالت وخلافت میں مسجد کے اندر ہوتی تھی عبارت بھر میں فی المسجد کا کہیں حرف بھی تو نہیں۔ فی جوف المسجد وغیرہ تو بڑی بات ہے صرف اتنا کہ وہ ایک احتمال نکالتے ہیں کہ پہلے علی الباب ہوتی ہو پھر بین یدیہ یہ بھی ان کے صریح ذہول سہول بھول پر مبنی ہے۔ یہی روایت ابن اسحاق مروی سنن ابی داؤد یاد ہوتی تو دیکھتے کہ ایک ہی وقت میں بین یدیہ بھی ہے اور علی باب المسجد بھی پھر حدیث کتاب صحاح کا اثر معتبر ہوگا یا ایک متاخر عالم کی بھول۔ یہاں تو کسی حکم کی بھی بحث نہیں جس میں آپ بادعائے تقلید ایک متاخر عالم کی پیروی میں حدیث صحیح کو رَد کر دیں۔ یہاں تو واقعہ کی بحث ہے کہ زمانہ رسالت میں اذان کہاں ہوتی تھی۔ اس کا بتانے والا حدیث کے سوا کیا ہوگا۔ پھر ایک تخیل بے اصل کی بنا پر حدیث ثابت جو واقعہ بتا رہی ہے کیونکر رد ہو سکتا ہے۔

سوالے ۵۰۔ آپ مستدل ہیں تعیین مفید ورفع جملہ احتمالات خلاف کا بار آپ پر ہے۔ علی قاری کی عبارت میں کہاں ہے کہ دروازہ محاذی پر اذان ہو تو بین یدیہ نہ ہوگی یا خاص جوف مسجد کے اندر نہ ہو تو بین یدیہ نہ ہوگی یہ تو قطعاً یقیناً معلوم ومتیقن کہ علی قاری یہاں جس حدیث پر بحث کر رہے ہیں اس سے بھی ذہول کئے ہوئے ہیں۔ تو یہ ایک جدا بات ہے کہ زمانہ انور میں مسجد اطہر میں شمالی دروازہ بھی تھا اگر خیال میں نہ ہو کیا دشوار ہے ان کے زمانہ سے تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے مسجد کریم میں کوئی شمالی دروازہ نہ رہا تھا۔ وہاں لوگوں کے مکان بن گئے تھے۔ کما فی خلاصۃ الوفاء لہذا دروازے سے غربی وشرقی دروازوں کی طرف ذہن گیا اور شک نہیں کہ ان دروازوں پر اذان

ہو تو ہرگز بین یدی الخطیب نہ ہوگی۔ ناچار روایت ابن اسحٰق جس سے محققین سند لائے تھے خود اسی کو ان کی منازعت میں شامل کر دیا اور اب دروازے کے لئے آپ ہی تاویلوں کا دروازہ کھولنا پڑا کہ محاذات فوت ہو کر مالکیہ کا مذہب ثابت ہوا جاتا ہے۔ کذلک یریکم اللہ آیاتہ فی الآفاق وفی انفسکم افلا تبصرون۔ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق۔

سوالے ۵۱ انصاف پر آیئے تو علی قاری کے اشتباہ کا جو منشا ہم نے احتمالاً بیان کیا خواہی نخواہی ماننا ہی پڑے گا کہ وہ اگرچہ عربی نہ تھے ہراۃ کے ساکن تھے مگر آخر عالم متبحر تھے، مکہ معظمہ کے مجاور تھے۔ آج کل کے دو چار ہندیوں کی طرح نہ تھے کہ صحابی اہل زبان کا ارشاد سنتے جائیں کہ اذان دروازہ مسجد پر بین یدیہ تھی اور ہٹ دھرمی سے کہے جائیں کہ دروازہ محاذی پر ہوگی تو بین یدیہ نہ ہوگی۔ صحابی اہل زبان درکنار خود قرآن عظیم کے محاورات کریمہ سنتے جائیں اور پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ کہ جب تک امام کی گود میں چڑھ کر نہ ہو بین یدیہ نہ ہوگی اور اگر کوئی صاحب علی قاری کو بھی اپنا ہی سا بنانا چاہیں جس سے علی قاری ضرور بیزار ہیں تو فرمایئے کہ صحابی اہل زبان کا ارشاد معتبر ہے یا ایک قریب زمانہ کے عالم کا۔ نہیں نہیں یہ بتائیں کہ قرآن عظیم کے محاورات صحیح ہیں یا گیارھویں صدی کی ایک عجمی سمجھ۔ غرض زمین سے آسمان تک اُڑیے ہرگز ہرگز حدیث کا یہ ارشاد مٹ نہیں سکتا کہ اذان دروازہ مسجد پر بین یدیہ تھی۔ والحمد للہ رب العلمین۔

سوالے ۵۲ اب بھی جناب پر روشن ہوا یا نہیں کہ اب تک جتنی عبارتیں لائے سب بے کار ودور از کار تھیں۔ اور دو شرح کتب حدیث کا پیچھا چھوڑ کر



جو ہدایہ کی عبارت لکھی یہ جناب کی ساتویں بھرتی ہوئی۔ اور در مختار کی عبارت آٹھویں بھرتی کہ ان میں وہی بین یدیہ ہے کہ نہ آپ کو مفید نہ ہمارے خلاف اور اسی پر کنز کا حوالہ نویں بھرتی۔ عالمگیری کا نام لینا دسویں بھرتی۔ بچھما اس پر شروح اور اس پر بھی وغیرہ کا حوالہ یہ خدا جانے کتنی بھرتیوں کے بلٹن رسالے۔

سوال ۵۳ ذرا دیکھنا شروح کنز میں بحر تو نہیں کیا بحر میں وہ صریح تصریح نہیں کہ لایؤذن فی المسجد۔ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔

سوال ۵۴ ذرا دیکھنا کہیں عالمگیری میں بھی یہی الفاظ نہ نکل آئیں کہ لا یؤذن فی المسجد۔ مسجد میں اذان منع ہے اب تو یہ حوالے اور الٹے پڑے مولنٰنا فتوی یوں نہیں لکھا جاتا۔ ہمارا آپ کا دوستانہ ہے۔ پہلے آپس میں سمجھ لیتے تو یہ دن کیوں دیکھتے اب بھی کیا گیا ہے۔ صبح کا بھولا شام کو آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے ؎

غصہ جانے دو آؤ مل جاؤ — سنی آپس میں سب برادر ہیں
نجدیوں کو سقر میں جانے دو — دشمن مصطفٰے ہیں اکفر ہیں
انکو شیطاں کا خبث طیب ہے — کفر کی ظلمتیں منور ہیں،
ان سے اور مسئلہ سے کیا نسبت — وہ تو اسلام ہی سے باہر ہیں

نسائل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۝

۲۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ